مذاہب اربعہ کی کُتبِ قواعدِ فقہیہ کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Books on Legal Principles of the Four Major Schools of Thought

Hafiz Muhammad Kashif
Phd Scholar Department of Usool ul Deen University of Karachi
Email: 786kashif2015@gmail.com
Asad Lateef
M.Phil Scholar Riphah International University Faisalabad Campus
Email: asadlateef20@gmail.com
Muhammad Noor
Phd Scholar NCBA&E Sub Campus Multan
Email: mnoorsaeedi786@gmail.com

Abstract

During the sacred era of the presence of the Seal of the Prophets, Muhammad (peace be upon him), the noble companions were proficient in the Arabic language and were fully acquainted with the content and meanings of the Quran and Hadith. Therefore, during that sacred era, there were no formal institutions or organized structures dedicated to the service of the Quran and Hadith. However, the companions were well-informed about the fundamental teachings and objectives of Islam. Later, when the Islamic conquests began and non-Arabs also embraced Islam, the banner of Islam started waving far and wide. At that time, the non-Arab Muslims felt the need to benefit fully from the sources of Islam, namely the Quran and Hadith, which are the primary foundations of the Islamic faith. Consequently, the need for the knowledge and teachings of these sciences became apparent. Gradually, with the spread of Islam, reforms and improvements occurred in these sciences. The initiation and development of all sciences and arts are rooted in the fact that as the need arises, these sciences and arts are established. This principle applies to the field of "Islamic Jurisprudence" as well. In the same way as in other sciences and arts, the creation and development of Islamic Jurisprudence continued to happen as the need arose. The formulation of its rules and principles, however, occurred in the later era. The essence of this field is derived from the commitment of the companions and their successors, as seen in the records of their agreements and practices. However, the systematic compilation and organization of these rules and principles occurred in subsequent times. This writing is about "Islamic Jurisprudence: Initiation, Development, Historical Perspective, and Critical Evaluation," where the rules of Islamic Jurisprudence are discussed, along with references to the books of eminent jurists from the four major Islamic schools of thought.

Keywords: Islamic jurisprudence, four schools of Islamic jurisprudence, historical perspective of Islamic jurisprudence, Qawaid-ul-Fiqh,legal principles in Islamic jurisprudence

تعارف وپس منظر

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ سے لیکر آج تک اسلاف سے جو آثار وارد ہوئے ہیں ان میں غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ علم بہت قدیم ہے۔اصول فقہ، قواعد کلیہ اور علم فروق واشباہ کی بنیادیں خود علم فقہ سے بھی پہلے پڑنا شروع ہو گئی تھیں۔جہاں تک علم اصول فقہ کے قواعد کا تعلق ہے، تویقین کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان میں سے بہت سے اہم قواعد براہ راست کبار صحابہ کرام علیہم الرضوان کے وضع کردہ ہیں۔مثال کے طور پر درج ذیل استدلالاتِ کبار صحابہ علیہم الرضوان سے مختلف اصولوں کی نشاندہی ہوتی ہے؛ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں جب سواد عراق کی زمینیں فتح ہوئیں تو صحابہ کرام کے مابین شدید اختلافِ رائے پیدا ہوا اور ان زمینوں کے مستقبل کے انتظام اور بندوبست کے بارے میں دو نقطہ ہائے نظر سامنے آئے۔بعض حضرات کی رائے یہ تھی کہ ان مفتوحہ زمینوں کو فاتحین میں اس طرح تقسیم کر دیا جائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مفتوحہ زمینیں تقسیم فرمائی تھیں۔بعض دوسرے حضرات کہ جن میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے، یہ رائے رکھتے تھے کہ ان زمینوں کو تقسیم نہ کیا جائے بلکہ ان کو ان کے سابق مالکان ہی کے قبضے میں رہنے دیا جائے جن کی حیثیت مزارع کی ہو، زمین کی مالک اسلامی ریاست قرار پائے اور مزارعین سے جزیہ اور خراج وصول کیا جائے جو سرکاری خزانے کے لیے آمدنی کے مستقل ذرائع رہیں۔

ان دونوں نقطہ ہائے نظر کے حامیوں نے بڑی شد ومد سے اپنے اپنے مؤقف کی تائید میں دلائل دیے۔یہ ساری بحث جو ایک ماہ تک جاری رہی، اس کے کچھ اشارے مختصر طور پر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الخراج میں موجود ہیں۔[1] اس ضمن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے نقطہ نظر کی تشریح ودفاع کرتے ہوئے فرمایا: **وقال رأيت أن أحبس الارضين بعلوجها، وأضع على أهلهاالخراج،وفى رقابهم الجزية يؤدونها،فتكون فيئا للمسلمين المقاتلين ولذريتهم ولمن يأتى بعدهم أرأيتم هذه المدن العظام ،الشام والجزيرة والكوفة ومصر،لابدلهامن أن تشحن بالجيوش وادرارالعطاءعليهم،فمن أين يعطى هؤلاءان قسمت الارضون والعلوج؟**[2]

(میری رائے یہ ہے کہ میں ان زمینوں کو ان کے کارندوں سمیت روک رکھوں ان پر کام کرنے والوں پر خراج اور ان کی اپنی ذات پر جزیہ عائد کر دوں جس کو یہ لوگ ادا کیا کریں۔اس طرح یہ زمینیں مسلمان مجاہدین، ان کی اولاد اور بعد والوں کیلئے ایک ذریعہ آمدنی بن جائیں گی۔ آخر آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بڑے بڑے علاقے شام، عراق، کوفہ، اور مصر موجود ہیں جہاں بڑی بڑی فوجیں رکھنا پڑتی ہیں اور ان کو تنخواہیں ادا کی جاتی ہیں۔اگر یہ زمینیں کارندوں سمیت تقسیم کر دی گئیں تو پھر ان لوگوں کی تنخواہیں کہاں سے دی جائیں گی؟)

یہاں واضح طور پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی رائے کی تائید اور دفاع میں مصلحتِ ملکی کا اصول پیش کر رہے ہیں، جو اصول فقہ کا ایک بنیادی اصول ہے اور جس پر بہت سے فقہی قواعد کی بنیاد ہے۔

2۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانہ مبارک میں شراب نوشی کی کوئی طے شدہ اور متعین سزا نہ تھی۔ شراب نوشی کے مجرم کو بلا کسی تحدید و تعیین کے سزائے ضرب دے دی جاتی تھی اور مسجد ہی میں سزا سنا کر حاضرین سے کہا جاتا تھا کہ ہاتھوں، مکّوں اور جوتوں سے مجرم کو مناسب سزا دے دیں۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑوں کی سزا بھی دی جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانے تک عمل درآمد ہوتا رہا۔ پھر ایک مرحلہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ شراب نوشی کے واقعات زیادہ ہونے لگے ہیں اور بالخصوص ان اقوام میں جو فتوحات کے نتیجے میں نئی نئی اسلام میں داخل ہو رہی تھیں، ایسے لوگ آئے دن پکڑے جاتے تھے جو بار بار شراب نوشی کا ارتکاب کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے مشورے کیلئے پیش کی اور تجویز کیا کہ شراب نوشی کی سزا بڑھانی چاہیئے۔ اس پر بحث ومباحثہ ہوا اور بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے سے سب نے اتفاق کر لیا آپ نے فرمایا: **إنه إذا شرب هذى، وإذا هذى افترى فيجب أن يحد القاذف**[3] (جب وہ شراب پیے گا تو لازماً ہذیان بکے گا۔ جب ہذیان بکے گا تو افتراء پردازی بھی کرے گا، لہٰذا اس کو وہ سزا دی جائے جو قذف کرنے والے (یعنی افتراء پردازی کرنے والے) کو دی جاتی ہے)۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے استدلال کو قبول کرتے ہوئے صحابہ کرام کے اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کی سزا 80 کوڑے مقرر کر دی۔ یہاں اس استدلال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر دو ایسے قواعد پر اپنی رائے کی بنیاد رکھی، جنہوں نے بعد میں بہت واضح قواعد فقہیہ کی شکل اختیار کی، یعنی حکم بالمآل اور سد ذریعہ۔ بالفاظ دیگر فقہ کا یہ اصول ہے کہ معاملات کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ کرتے وقت محض ان کی ابتدائی اور ظاہری صورت ہی کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ بالآخر ان سے نتیجہ مرتب ہوتا ہے[4]

3۔ قرآن مجید میں بیوہ عورتوں کی عدت کے بارے میں واضح ہدایت یہ ہے کہ چار مہینے دس دن کی عدت گزاریں۔ سورۃ البقرۃ میں[5] ارشاد ہے "**والذين يتوفون منكم ويذرون أزوجا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشرا**"[6] (اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں۔)

جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب کوفہ کے قاضی تھے تو ان کی عدالت میں ایک خاتون کا مقدمہ آیا جس کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ شوہر کے انتقال کے وقت خاتون حاملہ تھی اور اس کی عدت

کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورہ طلاق(7) کی آیت "**وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن**"(8)(اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے) سے استدلال فرمایا اور آپ نے فیصلہ دیا کہ مذکورہ خاتون کی عدت چار مہینے دس دن نہیں بلکہ تا وضع حمل جو مدت بھی ہو گی وہ سب کی سب عدت شمار ہو گی۔ یہ استدلال اور فیصلہ کرتے وقت آپ نے فرمایا: **أشهد أن سورة النساء الصغرى نزلت بعد سورة النساء الكبرى**(9) (میں گواہی دیتا ہوں کہ چھوٹی سورہ نساء بڑی سورہ نسا کے بعد نازل ہوئی ہے) یہاں آپ نے صاف بتایا کہ بعد میں نازل ہونے والا حکم پہلے نازل ہونے والے حکم کا ناسخ ہوتا ہے یا اس میں نئی شرائط اور حدود و قیود کے اضافے کے ذریعے اس کی تخصیص کرتا ہے۔

لہٰذا ہر سابقہ حکم اور فیصلے کو بعد کے حکم اور فیصلے کی روشنی میں پڑھنا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ قانون کی تعبیر و تشریح کا وہ اصول ہے جس کو آج دنیا کے سارے مقنن تسلیم کرتے ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فقہی استدلالات کی ایسی بہت سی مثالیں احادیث، تفاسیر اور فقہ کی کتب میں موجود ہیں۔ ان مثالوں پر غور کرنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ وہ عمومی اصول اور قواعد و کلیات جو بہت بعد میں اپنی موجودہ عبارتوں میں مرتب ہوئے، اپنی ابتدائی اور مجرد شکل میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ یہ اصول باقاعدہ شکل میں مدون کیے جائیں یا ان کو کسی خاص عبارت کا جامہ پہنایا جائے۔ اس کی ایک ابتدائی وجہ تو یہ ہے کہ اس دور میں علمِ فقہ اور اصولِ فقہ دوسرے اسلامی علوم کی طرح تدوین و تشکیل کے ابتدائی مراحل میں تھے اور ابھی ان کو مرتب و منضبط کرنے کا کام شروع نہیں ہوا تھا۔ بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے خالص ذوقِ عربیت، حیرت انگیز اور خداداد فہم و بصیرت اور بے مثال تربیتِ نبوی کی بدولت وہ قریب قریب جبلی طور پر ایسے استعدادی ملکہ کے حامل ہو گئے تھے جس کی وجہ سے ان کو زبان رسالت سے نجوم ہدایت کا خطاب ملا۔(10) صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اس اسلوبِ اجتہاد و استدلال کو تابعین نے آگے بڑھایا، جیسے جیسے فقہائے تابعین مختلف اسلامی احکام پر غور کرتے گئے یہ قواعد اور ان کے مابین پائے جانے والے فروق ان کے سامنے واضح اور منقح ہوتے چلے گئے۔ خود قرآن مجید اور احادیث نبوی کے اسلوبِ بیان اور طرزِ استدلال سے بھی اس کام میں ان کو راہنمائی ملی۔ قرآن مجید کا خاص طور پر اور احادیث نبویہ کا عام طور پر اسلوب یہ ہے کہ عمومی کلیات کو جزئی مثالوں کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ بہت سے ملتے جلتے احکام پر غور و فکر اور تدبر کرنے سے ان جزئی احکام میں جاری و ساری عمومی اصول اور ان کی پشت پر کار فرما قاعدہ کلیہ معلوم ہوتا ہے۔

اس معاملے میں قرآن کا اسلوب استدلالی اوراستخراجی نہیں بلکہ استقرائی ہے۔اس سارے عمل میں ابتدائی اہمیت اس بات کی ہے کہ پہلے ان سے ملتے جلتے جزئی احکام اور مشابہ مثالوں کو دریافت کیا جائے جو کسی ایک عمومی اصول یا قاعدہ کلیہ کے تحت آتے ہوں۔ ان ملتے جلتے جزئی احکام اور مشابہ مثالوں کا ہی اصطلاحی نام **"الأشباه والنظائر"** ہے۔اپنے اس خاص فنی مفہوم میں پہلے پہل یہ اصطلاح بھی ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس شہرہ آفاق خط میں ملتی ہے جو انہوں نے عدالتی پالیسی اور نظام قضاء کے بارے میں حضرت ابو موسی اشعری رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا **:الفهم فيمايتلجلج فى صدرك بماليس فيه قرآن ولاسنة واعرف الأشباه والأمثال،ثم قس الأموربعد ذلك،ثم اعمدلأحبهاو أقربهاإلى الله وأشبهہابالحق۔**(جن معاملات میں قرآن وسنت کی کوئی ہدایت موجود نہیں اوروہ تمہارے دل میں کھٹکتے ہیں ان کے بارے میں خوب غوروفکراور سمجھ بوجھ سے کام لو(ایسے نئے نئے مسائل حل کرنے کیلئے)تم پہلے قرآن وسنت میں موجود ملتے جلتے مسائل اور مثالوں سے واقفیت پیدا کرو پھر نئے امور کو قیاس کرواوروہ حل اختیار کرو جو اللہ کی نظر میں زیادہ پسندیدہ اور حق سے قریب ہو۔)

غالباًحضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کے بعد ہی سے اس پورے علم کا نام علم الأشباہ والنظائر ہو گیا جس میں استقرار اور تدبر کے اس عمل سے کام لے کر شریعت کے عمومی اصولوں اور قواعد کلیہ کا پتا لگایا جاتا ہے۔دور صحابہ کے آخری زمانے سے لے کر دوسری صدی ہجری کے وسط تک کی سو سالہ مدت میں اس میدان میں کتنا اور کیا کام ہوا،اس موضوع پر کوئی حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے تاہم اتنا کہا جاسکتا ہے کہ اس دور میں قریب قریب ہر قابل ذکر فقیہ نے اس سرگرمی میں حصہ لیا اور بہت سے اصولوں کی دریافت میں بعد والوں کے کام کو آسان بنایا لیکن اس صد سالہ دور میں قواعد فقہیہ کی بجائے زیادہ زور قواعد اصولیہ پر رہا۔امام شافعی کی شہرہ صفاق کتاب **"الرسالة"** کو بغور پڑھا جائے تو اس کے پس منظر میں موجود اصولی بحثوں اور قانونی اختلافات کی وہ ساری بنیادیں صاف محسوس ہو جاتی ہیں، جن کے بارے میں ایک صحیح نقطہ نظر کو منقح اور واضح کرنے کیلئے امام صاحب نے یہ کتاب لکھی تھی۔

قواعدِ فقہیہ: ارتقاء و تاریخی پس منظر

دوسری صدی ہجری کے اوائل میں جب ائمہ مجتہدین،اصول فقہ کی تدوین میں مصروف تھے تعبیرِ قانون کے اصول کو مرتب کیا جارہا تھا اور قرآن مجید وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کردہ جزئی احکام کے پردے میں پوشیدہ کلیات کی دریافت کا کام زور شور سے جاری تھا انہی دنوں قواعد فقہیہ کے علم کی بنیاد بھی رکھی جاچکی تھی۔امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۱۸۲ھ)،امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ(متوفیٰ ۱۸۹ھ)اورامام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ(متوفیٰ ۲۰۴ھ) کی فقہی تالیفات میں ایسے بہت سے قواعد بکھرے ہوئے ہیں جن کو بعد میں

آنے والے فقہائے کرام نے مرتب کیا اوران کی بنیاد پر علم قواعد فقہیہ کو با قاعدہ شکل دی، جوں جوں یہ حضرات فقہی اصول وکلیات کو مرتب کرتے گئے قواعدِ فقہیہ اور ضوابطِ فقہیہ نکھر نکھر کر سامنے آتے گئے۔

دوسری صدی ہجری کے مجتہدین کے زمانہ میں قانونِ اسلامی کے اصول وکلیات کی تنقیح کا اتنا کام ہو چکا تھا کہ تیسری صدی ہجری کے فقہاء کیلئے قواعدِ فقہیہ کے نام سے ایک جداگانہ علم کی تدوین ممکن ہو سکی۔ یہ قواعدِ فقہیہ ایک دن، یاچند دنوں میں بیٹھ کر کسی ایک شخص یاچند متعین اشخاص نے وضع نہیں کیے، نہ یہ سب کے سب کسی ایک مرحلے میں اپنی موجودہ شکل میں مرتب ہوئے، ان کی ترتیب کی صورت یہ نہیں ہے جو دنیا کے قوانین کی ہوتی ہے کہ کسی متعین مجلس یا متعین فرد نے ایک خاص وقت میں ایک خاص شکل میں ان کو مدون کر دیا ہو، بلکہ ان قواعد فقہیہ کی ترتیب و تدوین کی صورت ارتقائی رہی ہے۔ ان کی بنیادیں قرآن و سنت کے احکام اور صدر اسلام کے ائمہ کرام کے وہ اجتہادات ہیں جو انہوں نے سالہا سال قرآن و سنت میں غور و فکر کے بعد کیے تھے۔ جوں جوں فقہائے کرام قرآن و سنت کے احکام پر غور کرتے رہے ان کے سامنے ان احکام کا بنیادی فلسفہ، حکمت اور اصول واضح ہوتے گئے اور ہر زمانے کے فقہاء ان اصولوں کو مناسب عبارتوں میں مرتب ومدون کرتے رہے بعد میں آنے والے فقہاء نہ صرف اپنے سے پہلے فقہاء کے مرتب کردہ قواعد وکلیات کی عبارتوں کو بہتر اور جامع بناتے رہے بلکہ خود بھی اپنے مطالعے اور غور وفکر سے نئے نئے قواعد وضوابط دریافت کر کے اس ذخیرے میں اضافہ کرتے رہے۔ اس طرح کم وبیش ایک ہزار سال کی اجتماعی کاوشوں کا یہ ثمرہ قواعدِ فقہیہ کے اس بے بہا خزانے کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے، جس نے آج سے سینکڑوں سال قبل ہی ایک با قاعدہ مربوط اور منظم علم کی صورت اختیار کر لی تھی۔ لہٰذا ان قواعد کا نہ کوئی ایک شخص مصنف ہے نہ یہ کسی ایک یاچند افراد کے ذہن کی پیداوار ہیں اور نہ کسی خاص علاقے، زمانے یا نسل کے لوگوں کو ان کی تدوین کا اعزاز حاصل ہے۔ البتہ چند قواعد ایسے ہیں جو یا تو براہ راست کسی حدیث نبوی کے الفاظ سے ماخوذ ہیں یا کسی متعین فقیہ و مجتہد کی طرف منسوب ہیں لیکن ایسے قواعد بہت کم ہیں، اور ان کی حیثیت اس عمومی کیفیت سے استثنائی صورت کی ہے۔ مثال کے طور پر درج ذیل قواعد براہ راست احادیث نبویہ سے لفظاً یا معناً ماخوذ ہیں: **(1) الأمور بمقاصدها** (معاملات کا دارومدار انکے مقصد پر ہوتا ہے) یہ کلیہ **صراحةً** حدیث نبوی: **انما الأعمال بالنیات**[11] سے ماخوذ ہے۔

(2): **لاضرر ولاضرار**[12] (نہ نقصان اٹھاؤ نہ (جواباً) نقصان پہنچاؤ)۔ بعینہ یہ حدیث نبوی کے الفاظ ہیں۔

(3): **اذااجتمع الحلال والحرام غلب الحرام**(جب حلال وحرام یک جاہو جائیں تو حرام ہی غالب مانا جائے گا)۔اس قاعدے کے الفاظ ایک روایت سے ملتے جلتے ہیں جو قریب انہی الفاظ میں آئی ہے۔چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد فرمایا:**مااجتمع الحرام والحلال الاغلب الحرام الحلال** (13)

(4):**الحرام لایحرم الحلال**(کسی حرام کے ارتکاب سے کوئی حلال کام حرام نہیں ہوتا)یہ بھی بتصرف قلیل ایک حدیث کے الفاظ ہیں کہ حدیث مبارک میں ہے"**لایحرم الحرام الحلال**"۔(14)

(5): **الحدودتندری بالشبہات**(حدود کی سزائیں شبہہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں)یہ قاعدہ بھی حدیث مبارک سے ماخوذ ہے ۔چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:**ادرءواالحدودعن المسلمین مااستطعتم فإن کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام أن یخطی فی العفو،خیرمین ان یخطی فی العقوبة**۔(15)

(6):**الخراج بالضمان**(فائدہ وہ اٹھائے جو تاوان دینے کا پابند ہو)۔یہ بھی بعینہ حدیث کے الفاظ ہیں۔(16)

اسی طرح بعض قواعد ایسے ہیں جن کے بارے میں معلوم ہے کہ حتمی شکل میں فلاں فقیہ نے ان کو سب سے پہلے مرتب کیا تھا۔ورنہ قواعد فقہیہ کا بیشتر حصہ وہ ہے جو بہت سے اہل علم اور فقہاء کے ہاتھوں مرتب ہوتے ہوتے اپنی موجودہ شکل تک پہنچا ہے اور اب بھی بعض قواعد کی عبارت میں نظر ثانی اور مزید بہتری کی گنجائش نظر آتی رہتی ہے۔ عموماً اس کا طریقہ یہ رہا ہے کہ ابتداءً کسی ایک فقیہ نے ایک قاعدہ دریافت کیا اور اس کو ایک خاص عبارت کا جامہ پہنایا۔ پھر بعد میں آنے والے ہر اس فقیہ نے جس نے اس فن یا موضوع پر کام کیا اس کی نوک پلک درست کی،اس کے الفاظ میں مزید اختصار اور جامعیت پیدا کی، تا آنکہ عبارت کی وہ شکل سامنے آئی جو اپنی خوبصورتی ،موزونیت ،اختصار،بندش اور جامعیت کی وجہ سے قبول عام اختیار کر گئی ۔اس عمل میں اجتہادی احکام کی علت وحکمت پر کی جانے والی بحثوں اور فقہائے کرام کے دریافت کردہ اسالیب اجتہاد وقیاس نے بھی بہت نمایاں کردار ادا کیا۔ مثال کے طور پر ایک قاعدہ ہے:**الإقرارحجة قاصرة**،یعنی اقرار ایک ایسی دلیل ہے جس کا اثر اقرار کرنے والے کی ذات تک محدود رہتا ہے،اب یہ کہنا تو مشکل ہے کہ اس قاعدے کو دریافت کرنے کا شرف کس فقیہ یا مجتہد کو حاصل ہوا،یا کس فقیہ نے اس کو اس قدر جامع اور مختصر الفاظ میں مرتب کیا جس سے زیادہ جامعیت اوراختصار عربی زبان میں ممکن نہیں۔ تاہم یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا ابتدائی تصور ہمیں امام ابوالحسن عبید اللہ کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ملتا ہے۔وہ اپنی کتاب"**اصول الکرخی**"میں لکھتے ہیں:**الأصل أن المرءیعامل فی حقه نفسه کماأقربه ولایصدق علی إیطال حق الغیرولابالزام حقا**(قاعدہ یہ ہے کہ انسان سے اس کے اپنے معاملے میں وہی سلوک کیا جائے گا جس کے بارے میں اس نے اقرار کیا ہے؛البتہ اس کے اقرار کی کسی ایسے معاملے میں

تصدیق نہیں کی جائے گی جس میں کسی دوسرے کے حق کو باطل کیا جارہا ہو یا کسی دوسرے کے ذمے کوئی حق لگایا جارہا ہو)۔اب اس قاعدے کی اُس ابتدائی عبارت(**الإقرارحجة قاصرة**) کو دیکھا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ آجاتی ہے کہ کس طرح کئی نسلوں کی کوشش اور بہت سے فقہاء و مجتہدین کرام کے غور و فکر کے نتیجے میں یہی بات کس قدر جامع اور مختصر الفاظ میں سامنے آئی کہ"**الإقرارحجة قاصرة**"(اقرار ایک قاصر دلیل ہے)یعنی اقرار ایک ایسی دلیل ہے جس کا اثر اقرار کرنے والے کی ذات تک محدود رہتا ہے۔اس طرح کا تقابلی مطالعہ اگر دوسرے قواعد کا بھی کیا جائے تو ہمارے سامنے ایسے متعدد قواعد آتے ہیں جن کے بارے میں ہم حتمی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ان کی ابتدائی عبارت ان کی موجودہ عبارت سے خاصی مختلف تھی اور وہ بہت سے مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنی موجودہ صورت تک پہنچے۔

1۔جب قواعد کلیہ وضع ہونا شروع ہوئے اور مختلف فقہاء نے اپنے اپنے مطالعے اور بصیرت کی بنیاد پر احکام شرعیہ کی حکمتوں اور مصلحتوں پر غور کر کے ان کی بنیادی اصول و کلیات کے تحت منضبط کرنے کے احکام کا آغاز کیا،تو یہ ایک انتہائی مقبول اور بلند پایہ علم قرار پایا۔جن اصحاب کو علم قواعد کلیہ سے واقفیت پیدا ہوئی،ان کو فقہاء کے حلقے میں نمایاں مقام اور خصوصی حیثیت حاصل ہوئی۔ایسی صورت حال میں یہ بات بہ تقاضائے بشری کوئی بعید نہ تھی کہ بعض ایسے اصحاب جن کو خاص خاص قواعد کلیہ سے واقفیت تھی وہ ان کو دوسروں تک پہنچانے میں تردد و تامل کا مظاہرہ کرنے لگیں اور دوسری طرف طالبانِ علم بھی حصول علم کی نت نئی تدبیریں سوچیں اور ان کو عملی جامہ پہنائیں۔فقہائے کرام کی ان دو جماعتوں کے اس رویے نے بعض واقعات اور دلچسپ قصوں کو بھی جنم دیا؛چنانچہ ایسا ہی ایک واقعہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی"**الأشباه والنظائر**"میں نقل کیا ہے: کہا جاتا ہے کہ امام ابو طاہر الدباس نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی آراء اور اجتہادات کے گہرے مطالعے کے بعد ان کی بنیاد سترہ قواعد کلیہ کو قرار دیا تھا۔انہوں نے اپنے مطالعہ،غور و فکر اور ذاتی تحقیق و تجسس سے یہ معلوم کیا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی افکار ان سترہ اصولوں کے تحت منضبط ہوتے ہیں۔ان کو اپنی اس تحقیق اور انکشاف پر اتنا ناز تھا کہ وہ اپنی اس لذت تحقیق میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کرنا چاہتے تھے اور کسی بھی طالب علم یا معاصر فقیہ کو اصرار کے باوجود ان سترہ قواعد کی تعلیم نہیں دیتے تھے۔بالخصوص غیر حنفی اور خاص طور پر شافعی فقہاء سے تو وہ اس بے بہا ذخیرے کو بہت ہی بچا کر رکھتے تھے۔غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں حنفی اور شافعی فقہاء کے درمیان مناظرانہ فضا اور فقیہانہ چشمک عروج پر تھی ہر دو مکاتب فقہ کے اہل علم آئے دن ایک دوسرے سے علمی بحث وتحمیص میں مصروف رہتے تھے اور ہر ایک کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ ہمارا اجتہادی

اسلوب ترقی کر کے دوسرے سے آگے نکل جائے۔اس منافست سے جہاں فقہ اور قانونی تفکیر کے عمل میں بے مثال پیش رفت ہوئی وہاں بعض اوقات ناخوشگوار واقعات بھی پیش آئے۔

ایک بار کسی طرح امام ابو طاہر الدباس رحمۃ اللہ علیہ کے شافعی معاصر امام ابو سعید الہروی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہو گیا کہ ابوطاہر الدباس رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے سترہ قواعد منضبط کیے ہیں۔ابو سعید الہروی رحمۃ اللہ علیہ اس علمی راز کو پتہ چلانے کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے۔ تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ابو طاہر الدباس نابینا ہیں اس لیے وہ نہ تو قواعد کو قلم بند کر سکتے ہیں اور نہ ان کی تشریحات اوران کے تحت آنے والے احکام کو لکھ سکتے ہیں۔اس لیے بھول جانے کے خطرے کے پیشِ نظر وہ روزانہ رات کو عشاء کی نماز کے بعد جب مسجد بالکل خالی ہو جاتی ہے تو وہ اندر سے دروزاہ بند کر کے ان کو زبانی دہراتے ہیں۔یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد ابوسعید الہروی رحمۃ اللہ علیہ چل کر ابوطاہر الدباس رحمۃ اللہ علیہ کے وطن پہنچے،رات کو خاموشی سے مسجد میں گئے اور نماز عشاء کے بعد ایک چٹائی میں لپٹ کر بیٹھ گئے۔ ابوطاہر رحمۃ اللہ علیہ نے حسب عادت اندر سے مسجد بند کر لی اور قواعد کو دھرانا شروع کیا،جیسے جیسے وہ اپنے قواعد دھراتے جاتے ابوسعید بھی خاموشی سے ان کو یاد کرتے جاتے۔ابھی سات تک ہی پہنچے تھے کہ غالباً چٹائی میں لپیٹنے کی وجہ سے ان کو کھانسی آگئی۔ ابوطاہر کو پتا چل گیا کہ آج کوئی ان کا علمی کارنامہ ان سے اچانک لینے کی غرض سے آپہنچا ہے۔چنانچہ انہوں نے اس علمی "گھس بیٹھیے" کی مرمت کی اور مسجد سے نکال باہر کیا اور آئندہ کیلئے یہ معمول ختم کر دیا۔غریب ابوسعید الہروی نے بھی ان سات قواعد پر ہی اکتفا کرنے میں خیریت سمجھی اور واپس آکر اپنے شاگردوں کو ان کی تعلیم دینے لگے۔[17] لیکن علامہ حموی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کی **"الأشباه والنظائر"** کے شارح ہیں اس واقعے کی صحت میں تامل ظاہر کیا ہے۔انہوں نے ابوسعید الہروی کی بجائے ہرات کے کسی حنفی عالم سے یہ واقعہ منسوب کیا ہے۔[18] چاہے یہ ساری تفصیلات اپنی جگہ صحیح نہ ہوں لیکن چونکہ بہت سے اصحاب نے یہ واقعہ بیان کیا ہے اس لیے اندازہ ہوتا ہے کہ واقعہ کی کچھ نہ کچھ بنیاد ضرور ہے جیسا کہ استاذ مصطفی زرقاء رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اشارہ کیا ہے۔[19] اس طرح کے واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علم کے دور آغاز ہی سے ہمارے فقہاء کی نظر میں قواعدِ فقہیہ کو کتنی اہمیت اور قدرومنزلت حاصل تھی۔

قواعدِ فقہیہ: فقہاءِ مذاہبِ اربعہ اور عصرِ حاضر

قواعد فقہیہ اوراس سے ملتے جلتے دوسرے موضوعات (مثلاً الفروق وغیرہ) پر جو لٹریچر ہم تک پہنچا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی طرف ایک باقاعدہ بحیثیت علم،سب سے پہلے حنفی فقہاء نے توجہ دی۔یوں بھی فقہ حنفی دوسرے موجودہ فقہی مکاتب کے مقابلے میں قدیم تر ہے اس لیے بھی یہ شرف حنفیوں ہی کو حاصل ہونا چاہیے تھا۔اس

ضمن میں سب سے پہلے فقیہ جن کی تحریروں میں ان موضوعات پر باقاعدہ مباحث ملتے ہیں وہ امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کی کتابوں بالخصوص"**الجامع الکبیر،کتاب الأصل**"اور"**کتاب الحجة علی اهل المدینة**"میں جابجا ایسی بحثیں موجود ہیں جن سے علمِ قواعد وفروق کو منظم ومنضبط کرنے میں بڑی مدد ملی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوبِ نگارش،طرزِ استدلال اور مسائلِ فقہ سے بحث کرنے کا انداز ایسا ہے کہ اس کے ذریعے سب سے پہلے ملتے جلتے مسائل اور مشابہ اصولوں سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے اور پھر ایسے مسائل کے مابین فرق یا فروق بھی واضح ہو جاتے ہیں جو بظاہر ایک جیسے ہوں لیکن دراصل ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔یہ ایک حقیقت ہے کہ نہ صرف امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بلکہ علم فروق پر لکھنے والے دوسرے فقہاء کے ہاں بھی اول اول ان فروق سے بحث کی گئی جو مختلف فروعی مسائل کے مابین پائے جاتے ہیں لیکن جب بتدریج علم فروق نے نکھر کر ذرا باقاعدہ حیثیت اختیار کر لی تو پھر رفتہ رفتہ قواعدِ فقہیہ اور اصولی مباحث کے درمیان پائے جانے والے فروق پر بھی پہلے غور وفکر اور پھر تصنیف وتالیف کا آغاز ہو گیا۔

شاید امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی انہیں تاریخ ساز فقہی بحثوں کا اثر اور نتیجہ تھا کہ حنفی فقہاء کے طبقہ متقدمین،نے نہ صرف قواعد کلیہ کے موضوع پر قلم اٹھایا بلکہ اس کو ایک باقاعدہ اور مستقل بالذات علم کی شکل بھی دے دی۔انہوں نے سب سے پہلے اپنے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی اجتہادات پر خاص طور پر اور عام اسلامی احکام پر عام طور پر اس نقطہ نظر سے غور کیا کہ ان کی پشت پر کون سے بنیادی اصول کار فرما ہیں،ان بنیادی اصولوں کا جوں جوں پتا چلتا گیا ان کو مختلف فقہائے کرام مرتب کرتے رہے۔ حنفیوں ہی سے یہ چیز دوسرے فقہی مکاتب نے لی اور اپنے اپنے اجتہادات کے مطابق اس کو ڈھال لیا۔شروع شروع میں ان قواعد کیلئے اصول کا لفظ اختیار کیا گیا؛چنانچہ امام ابو الحسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو زید دبوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اصول ہی کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ان دونوں اصحاب نے امام ابو حنیفہ ہی کے اصول سے بحث کی ہے اور امام ابو حنیفہ نے مختلف مسائل میں جو اجتہادات کیے تھے ان کی پشت پر کار فرما کلیات اور اصول کا ذکر کیا ہے۔[20]

قواعدِ فقہیہ اور فقہاءِ احناف

اصولُ الکرخی:

قواعد کلیہ کا قدیم ترین مجموعہ امام ابو الحسن عبید اللہ بن الحسین کا رسالہ"**أصول الکرخی**"ہے۔ آپ بغداد کے محلہ کرخ کے رہنے والے تھے،اسی نسبت سے کرخی کہلائے۔ ۲۶۰ھ / ۸۷۳-۸۷۴ء میں ولادت

اور ۳۴۰ھ / ۹۵۲ء میں وفات ہوئی۔ اہل زمانہ نے آپ کو بالاتفاق اپنے دور کا سب سے بڑا حنفی فقیہ مانا ہے۔

رسالہ "**اصول الکرخی**" میں امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۷ ایسے اصول وکلیات بیان کیے ہیں جو اِن کی رائے میں فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔ اس رسالے میں تقریباً ہر قاعدہ لفظ "**الاصل**" سے شروع ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ کو "**اَلاَصْلُ: اَنَّ مَاثَبَتَ بِالْیَقِیْنِ لَایَزُوْلُ بِالشَّکِّ**"[21] سے شروع کیا ہے۔ ان اصولوں کا بغور مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ ان میں قواعد وضوابط اور اصول وکلیات سب شامل ہیں۔ ان کلیات میں غالباً امام ابو طاہر الدباس رحمۃ اللہ علیہ کے مرتب کردہ وہ سترہ قواعد بھی شامل ہیں جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ابو طاہر الدباس رحمۃ اللہ علیہ بھی امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔ ان کا پورا نام ابو طاہر محمد بن محمد الدباس رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۳۴۰ھ) ہے۔ عراق میں فقہائے اہل الرائے کے امام کہلاتے تھے۔ روایات کے بھی حافظ اور ماہر تھے۔ شام میں قاضی بھی رہے۔[22] غالباً ان کے والد گنے کا رس بنایا کرتے تھے، اس لیے یہ خاندان دباس (شیرہ ساز یا گنے کا رس بنانے والا) کے لقب سے مشہور ہو گیا۔[23] امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس رسالے میں فقہی قواعد کے ساتھ ساتھ اصول فقہ کے قواعد بھی شامل کیے لیکن کسی بھی قاعدہ کی تشریح یا تفریع نہیں کی؛ چنانچہ ان کی مختصر تشریح بعد کے ایک اور نامور حنفی فقیہ امام نجم الدین ابو حفص عمر النسفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۵۳۷ھ) نے کی۔ انہوں نے ہر قاعدے کے تحت ایک یا چند صورتوں میں ایک سے زائد مثالیں دے کر ان اصولوں کی افادیت بڑھا دی۔ امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ ۱۳۷ اصولوں کا یہی انداز ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے فقروں میں اپنے دریافت کردہ اصول بیان کرتے ہیں اور امام نسفی بہت مختصر انداز میں مثالیں دیتے جاتے ہیں۔ لیکن یہ اصول اور ان کی مثالیں اتنی مختصر ہیں کہ جس شخص کو فقہ سے اچھا خاصہ تعلق نہ ہو وہ ان سے بسہولت استفادہ نہیں کر سکتا۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اصولوں کو آنے والی صدیوں میں مزید صیقل کیا جاتا رہا اور ان میں سے قریب قریب سبھی کی عبارتی شکل وہ نہ رہی جو امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کی تھی۔ مثلاً "**مجلة الأحكام العدلية**" میں جو ۹۹ اصول دیے گئے ہیں ان میں صرف ایک ایسا ہے (اصل نمبر:۱) جس کی عبارت جزوی طور پر اصول کرخی کے متعلقہ قاعدہ (نمبر:۴) سے ملتی جلتی ہے ورنہ بقیہ سب اگرچہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے مجلۃ میں موجود ہیں لیکن ان الفاظ اور عبارتوں میں نہیں جو امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کی تھیں۔

تأسیس النظر:

"**اصول الکرخی**" کے بعد اس میدان میں سب سے اہم کام ابو زید عبید اللہ بن عمر الدبوسی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو "**تأسیس النظر فی الاصول**" کی صورت میں دنیا کے سامنے آیا، جسے بہت زیادہ شہرت اور مقبولیت ملی اس

کا منہج، امام ابواللیث نصر بن محمد السمر قندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۳۷۳ھ) کی کتاب **"تاسیس النظر"** یا **"تاسیس النظائر الفقیة"** کی طرح تھا۔امام ابو زید دبوسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۴۳۰ھ) اپنے زمانے کے نہایت نامور حنفی فقیہ تھے۔ فقیہانہ استدلال اور قانونی بصیرت ومہارت میں ضرب المثل مانے جاتے تھے۔ مؤرخ ابن خلکان کے بیان کے مطابق انہوں نے ہی سب سے پہلے علم الخلاف یا علم اختلاف الفقہاء (تقابلی مطالعہ قانون) کی طرح ڈالی اور اس کو ایک باقاعدہ منفرد علم قرار دیا۔

امام دبوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں قواعد کلیہ کے ساتھ ساتھ مختلف قواعد کے تحت آنے والے احکام کی بھی مثالیں دی ہیں، اسی طرح مختلف فقہی ابواب کے تحت مسائل کو منضبط کرنے والے بعض اہم ضوابط بھی کتاب میں درج کیے ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کو نو(9) اجزا میں تقسیم کیا ہے۔ ان نو اجزا میں سے ہر ایک جز کو مختلف ابواب کے تحت تقسیم کیا گیا ہے ہر باب میں اس موضوع سے متعلق یا اس سے ملتے جلتے امور سے متعلق اصول وکلیات بیان کیے گئے ہیں۔ ہر اصل اور کلیے کی مثالیں اور تطبیقی نظائر بھی توضیح مراد کی غرض سے دیے گئے ہیں لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ امام دبوسی نے اصل کا لفظ عمومی مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ جس میں قواعد وضوابط اور اصول سب شامل ہیں۔

الأشباهُ والنظائِر:

متقدمین کے انداز پر قواعد کلیہ پر کام کرنے والے آخری اہم حنفی فقیہ، علامہ زین العابدین ابراہیم ابن نجیم المصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۹۷۰ھ) ہیں، انہوں نے اپنی کتاب **"الأشباه والنظائر"** میں قواعد کلیہ اور فروق الاشباہ والنظائر وغیرہ ملتے جلتے علوم سے بحث کی ہے۔ انہوں نے اپنی اس کتاب کو سات حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصے کو فن کا نام دیا ہے۔[24] فن اول میں 25 قواعد سے بحث کی ہے اور ان پچیس قواعد کو پھر دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں وہ چھ قواعد درج کیے ہیں جنہیں ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے مطابق فقہ اسلامی کی بنیاد کا درجہ حاصل ہے۔ ان کے نزدیک فقہ اسلامی کے دوسرے تمام قواعد کلیہ، اصول وضوابط اور فروعی احکام سب بلاواسطہ یا بالواسطہ ان چھ قواعد سے متعلق ہیں۔ دوسرے حصے میں ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف موضوعات پر 19 قواعد بیان کیے ہیں جو پہلے چھ یا پانچ قواعد کی بہ نسبت کم جامعیت رکھتے ہیں اور ان کے اطلاق کی ہمہ گیری ذرا کم ہے۔ ان سب قواعد سے جس قسم کے احکام نکلتے ہیں، اور جہاں جہاں ان کا اطلاق ہوتا ہے ان سب پر ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب عرب وعجم میں کئی بار چھپ چکی ہے اور دنیائے حنفیت کی ایک مقبول ومتداول کتاب ہے۔

مجامعُ الحقائق:

بارہویں صدی ہجری کے وسط میں ترکی کے حنفی فقیہ ،علامہ محمد ابوسعید الخادمی رحمۃ اللہ علیہ نے قواعد کلیہ پر قابل ذکر کام کیا۔انہوں نے اصول فقہ پر ایک کتاب "مجامع الحقائق" کے نام سے لکھی جس کے آخری باب میں قواعد کلیہ سے بحث کی۔ یہ کتاب ۱۳۰۸ھ میں قسطنطنیہ کے مطبع عامرہ سے چھپی۔انہوں نے خود ہی اس کی ایک شرح لکھی جو منافع الحقائق کے نام سے اسی متن کیساتھ شائع ہوئی۔ قواعد کو انہوں نے حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کر دیا ہے، کل ۱۵۴ قواعد بیان کیے۔[25]

مجلةُ الأحكامِ العدلية:

سلطنت عثمانیہ کے دور میں ترکی کے علماء کی سات رکنی کمیٹی نے "مجلة الأحكام العدلية" کو ایک قانون کے طور پر مرتب اور مدون کیا، یہ سب کام اس کمیٹی نے تقریباً بیس سال کے عرصہ میں کیا، جب بیسویں صدی کے آغاز میں پوری سلطنت عثمانیہ میں نافذ العمل تھا۔[26] قواعد کلیہ کے فروغ میں "مجلة الأحكام العدلية" نے اہم کردار ادا کیا ۔ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ اور خادمی وغیرہ کے ہاں جو موتی بکھرے ہوئے تھے ان کو مجلۃ میں مہذب و منقح کر کے ۹۹ قواعد کی صورت میں مرتب کیا اور مجلۃ کی دفعہ ۲ سے ۱۰۰ تک ۹۹ قواعد کی حیثیت سے گویا قانونی شکل دے دی۔ اگرچہ مجلۃ کے مقدمے کی روسے ان دفعات (۲۔۱۰۰) کی وہ حیثیت نہیں جو مجلۃ کی بقیہ دفعات کی ہے، تاہم پہلی بار قواعد کو ایک قانون موضوعہ کا جز قرار دیا گیا۔ اس سے ان کے مطالعہ اور درس وتدریس کی عام روش چل پڑی۔ مجلہ کے ہر شارح نے ان قواعد کی بھی شرح کی چنانچہ مشہور شارحین یہ ہیں: ا۔ خالد الاتاسی ۲۔ علی حیدر ۳۔ منیر القاضی ۴۔ سلیم بن رستم باز لبنانی (مسیحی)۔

مجلۃ کی مرتب کرنے والی کمیٹی نے قواعد کو بیان کرنے میں کوئی خاص ترتیب پیش نظر نہیں رکھی تھی بلکہ بلا کسی ترتیب یا معنوی رعایت کے قواعد بیان کر دیے تھے۔ان میں یہ رعایت بھی نہیں رکھی گئی تھی کہ ہم معنی یا قریب المعنی قواعد یکجا ذکر کیے گئے ہوں یا کسی ایک بحث یا موضوع سے متعلق قواعد یکجا ہوں۔[27]

الفوائدُ البهيّة في القواعدِ والفوائدِ الفقهيّة:

"مجلة الأحكام العدلية" کے بعد قواعد کلیہ پر نمایاں کام مفتی دمشق شیخ محمود حمزہ کا ہے جو سلطان عبدالحمید خان مرحوم کے زمانے میں دمشق کے مفتی تھے۔انہوں نے ایک جامع کتاب "الفوائدالبهية في القواعدوالفوائدالفقهية" کے نام سے لکھی جس میں انہوں نے قواعد کلیہ، ضوابط فقہیہ، اصول فقہ سب

کا بھرپور استقصا کر کے ان کو فقہی ابواب پر مرتب کر دیا۔ مجلہ سے باہر بھی جہاں جہاں سے کام کی باتیں ملیں وہ سب لے لیں۔ ہر قاعدہ، ضابطہ اور اصول کی تطبیق کی مثالیں بھی دی ہیں۔ فوائد کے عنوان سے جابجا بعض بنیادی احکام بھی بیان کرتے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۲۹۸ھ میں دمشق میں چھپی لیکن خالص قواعد کلیہ (مجلہ کے انداز کے) اس میں بھی نسبۃً کم ہیں یا تو مختلف فقہی ابواب کے ضوابط ہیں یا ایسے بنیادی احکام اور اصول ہیں جو کسی ایک یا دو فقہی ابواب سے متعلق ہیں۔ اس کتاب میں بیان کردہ قواعد وضوابط کی کل تعداد ۲۵۰ ہے علاوہ ازیں مصنف محترم نے قواعد کیساتھ ساتھ ۴۳۶ فوائد بھی ذکر کیے ہیں جو گراں قدر علمی فوائد پر مشتمل ہیں۔ اس طرح قواعد وفوائد کی کل تعداد ۶۸۸ ہے۔ مصنف نے فائدہ کا لفظ قریب قریب ضابطہ کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ مفتی محمود حمزہ نے وقف سے متعلق قواعد کا بھی ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔(28)

قواعدِ فقہیہ اور فقہاءِ شافعیہ

فقہائے احناف کی ان ابتدائی تصنیفی مساعی کے بعد دوسرے فقہی مسالک نے بھی اس فن کی طرف توجہ دی۔ اس سلسلہ میں دوسرے درجہ پر شافعی فقہاء کا کردار رہا ہے۔ اس ضمن میں یقین کیساتھ تو یہ کہنا مشکل ہے کہ فقہائے شافعیہ میں سب سے پہلے کس نے اس موضوع پر قلم اٹھایا لیکن اس امر پر خود شافعی فقہاء بھی متفق ہیں کہ قواعد فقہیہ کی تدوین کا ابتدائی سہرا فقہائے احناف کے سر ہے۔ چنانچہ قواعد فقہیہ پر لکھنے والے نامور ترین شافعی فقیہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو اعتراف ہے کہ ان قواعد کا آغاز حنفی فقیہ امام ابو طاہر الدباس رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا اور پہلے شافعی فقیہ جنہوں نے اس طرف توجہ کی وہ ہرات کے قاضی ابو سعید الہروی رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے بوریے میں چھپ کر ابو طاہر کے سترہ قواعد میں سے سات قواعد سرقہ کیے۔ قاضی ابو سعید نے جب یہ سات قواعد لے کر فقہائے شافعیہ کے حلقوں میں متعارف کرائے تو قاضی حسین نے انہی قواعد کی طرز پر فقہ شافعی کے قواعد مرتب کیے اور غور وفکر کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہادات کی بنیاد ان چار قواعد پر ہے: ۱۔ **"اليقين لايزول بالشک"** (یقین شک سے زائل نہیں ہوتا)۔ ۲۔ **"المشقة تجلب التيسير"** (مشقت سہولت کو جنم دیتی ہے یا سہولت کا باعث بنتی ہے)۔ ۳۔ **"الضرريزال"** (ضرر کو ختم کیا جائے گا)۔ ۴۔ **"العادة محكمة"** (رسم ورواج کو حکم کی بنیاد ٹھہرایا جائے گا) ۔ بعد میں شافعی فقہاء نے ان چار میں ایک پانچویں قاعدے کا بھی اضافہ کیا جو یہ تھا: ۵۔ **"الأموربمقاصدها"** (معاملات کا دارومدار ان کے مقاصد پر ہو گا)۔(29) چونکہ اسلام کے بنیادی ارکان بھی پانچ ہیں اس لیے ان بنیادی قواعد کیلئے پانچ کا عدد فقہائے کرام کے حلقوں میں خاصہ مقبول ہوا۔ علامہ علائی نے کہا یہ

آخری اضافہ بہت مناسب ہے، اس لیے کہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث:"إنما الأعمال بالنيات" کے بارے میں فرمایاہے کہ اس میں ایک تہائی علم شریعت آجاتاہے۔یہاں یہ بات بھی ذکر کرناضروری ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اصول فقہ میں اپنی شہرہ آفاق کتاب "الرسالہ" لکھی جنہیں اصوال فقہ کا بانی بھی کہاجاتاہے، اسی دور میں فقہاء شافعیہ نے قواعد فقہیہ کے سلسلے میں بہت زیادہ کتب لکھی گئیں جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں۔

"الفروق"

ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الجوینی(متوفیٰ ۴۳۷ھ) نے "**الفروق**" نامی کتاب لکھی، جس کی ترتیب ابوابِ فقہ کی ترتیب پر رکھی۔ آپ نے ہر عنوان کے تحت ایک جیسے مسائل جمع کیے اور کئی مسائل کے درمیان بڑے تعمق اور گہرائی سے فرق بھی بیان کیا۔

قواعدالأحكام فی مصالح الأنام:

قواعد کلیہ کے موضوع پر فقہ شافعی میں جسے بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی وہ قاضی القضاۃ شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام سُلمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ٦٦٠ھ) کی کتاب "**قواعدالأحكام فی مصالح الأنام**" ہے۔[30] یہ کتاب بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے اور دوہی بنیادی امور سے بحث کرتی ہے۔ جلد اول مصلحت اور مفسدت کے تصورات پر نظری بحث کرتی ہے اوراس میں وہ تمام اصولی اور فقہی بحثیں آگئی ہیں جن کا مصلحہ اور مفسدہ سے بالواسطہ یابلاواسطہ کوئی تعلق ہے۔ دوسری جلد میں زیادہ تر وہ مباحث ہیں جو علمی اور تطبیقی نوعیت کے ہیں ان میں دکھایا گیاہے کہ مختلف ابواب ومسائل میں کس طرح مصلحت ومفسدت کے اصول کارفرماہوتے ہیں اوران اصولوں کی تطبیق کی کیاکیاعلمی صورتیں ہیں۔[31]

تخریج الفروع علی الأصول

یہ تصنیف ساتویں صدی ہجری کے نصف اول کے شافعی فقیہ ابوالمناقب محمود بن احمد زنجانی کی ہے جو تاتاریوں کے ہاتھوں سقوط بغداد کے وقت، دارالخلافہ میں قاضی القضاۃ تھے۔علامہ زنجانی کی واحد کتاب جو ہم تک پہنچی ہے وہ یہی کتاب ہے۔اس کتاب کا موضوع یہ ہے کہ فقہ اسلامی کے فروعی مسائل کس طرح اور کن اصولوں کے تحت مندرج ہوتے ہیں اور کن قواعد و اسالیب کے تحت ان کو اصولوں سے منظم کیاجاتاہے۔ کتاب کے ابواب کی تقسیم اصولی کی بجائے فقہی ہے۔ ہر باب میں متعدد فصلیں ہیں اور عموماً ہر فصل کسی قاعدہ، اصول یاضابطہ سے شروع ہوتی ہے۔ پھر بطور مثال مختلف فقہی فروع کا ذکر آتاہے۔ مثالوں میں مصنف نے صرف فقہ حنفی اور فقہ شافعی کے مسائل کا ذکر کیاہے اورانہی دو فقہی مسالک کے محاکمہ اور مباحثہ تک خود کو محدود رکھاہے۔ اگرچہ

یہ کتاب براہ راست قواعد کلیہ کے موضوع پر نہیں ہے تاہم اس میں بہت سے قواعد کا ذکر آگیا ہے اور بے شمار اصولی ضوابط سے بحث کی گئی ہے۔

التمهيدفی تخريج الفروع على الأصول:

یہ آٹھویں صدی کے معروف شافعی فقیہ جمال الدین ابو محمد عبدالرحیم بن الحسن اسنوی (متوفیٰ ۷۷۲ھ) کی تصنیف ہے جس نے علامہ اسنوی کو فقہ اسلامی کی تاریخ میں نمایاں مقام عطا کیا۔ اس کتاب میں مصنف نے بہت سے اہم فقہی اصول بیان کر کے یہ بتایا ہے کہ فقہی مسائل اور فروع پر ان کا انطباق کیسے ہوتا ہے۔ کتاب کا انداز بیان فقہی نہیں اصولی ہے۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور سات اجزا میں تقسیم ہے قواعد اس کتاب کی بحثوں میں ضمناً مل جاتے ہیں۔

المنثورفی القواعدالفقہیة:

یہ تصنیف ترکی الاصل مصری شافعی فقیہ بدرالدین محمد بن بہادر زرکشی (متوفیٰ ۷۹۴ھ) کی ہے۔ اس کتاب کے اصل نام کے بارے میں تذکرہ نگاروں میں اختلاف رہا ہے۔ کتاب کے فاضل محقق ڈاکٹر تیسیر نے اسی نام کو ترجیح دی۔

الأشباہ والنظائر:

قواعد کلیہ کے موضوع پر فقہ شافعی کی یہ وہ مقبول ترین کتاب ہے جس نے تمام فقہائے اسلام کو متاثر کیا اور دنیائے اسلام کے ہر علاقے کے طالبانِ فقہ میں اپنا مقام بنایا۔ اس کتاب کے مصنف جلال الدین عبدالرحمن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۹۱۱ھ) ہیں جن کی تصانیف کی کل تعداد کا اندازہ پانچ سو سے زائد کیا گیا ہے۔ یہ کتاب سات حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ان پانچ قواعد کلیہ کی تشریح وتفسیر سے عبارت ہے جن کو فقہ اسلامی کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں ان چالیس قواعد کلیہ کا ذکر ہے جن کے ماتحت بہت بڑی تعداد میں جزئی صورتیں داخل ہیں۔ کتاب کا تیسرا حصہ ان بیس قواعد پر مشتمل ہے جن کو مصنف نے اختلافی قرار دیا ہے۔ چوتھے حصے میں جابجا بہت سے قواعد وضوابط بکھرے ہوئے ہیں جن کی تعداد پہلے تینوں اجزا میں بیان کردہ قواعد وضوابط سے زیادہ ہے۔ کتاب کے پانچویں حصے کو مصنف نے نظائرِ ابواب کا عنوان دیا ہے۔ اس میں طہارت اور نماز کے ابواب سے لے کر معروف فقہی ترتیب کے مطابق تمام اہم فقہی ابواب موجود ہیں۔ اس کا موضوع بعض مماثل فقہی امور پر بحث کر کے ان کے احکام کا تعین کرنا ہے۔ اس حصے میں عمومی انداز کے قواعد کلیہ تو بہت کم ہیں، البتہ ایسے فقہی ضوابط بہت ہیں جو خاص خاص فقہی ابواب سے متعلق ہوں۔ کتاب کا چھٹا حصہ فروق پر ہے۔ اس

میں مصنف نے مختلف فقہی ابواب مثلاوضواور غسل، اذان اوراقامت ،نکاح و طلاق اوردیگر دیوانی فوجداری معاملات میں زیربحث بظاہر دلائل اوردرحقیقت مختلف مباحث کاذکر کیاہے۔کتاب کاساتواں حصہ متفرق نظائر کے بارے میں ہے۔کتاب کے آخر میں پینتالیس اشعار پر مشتمل ایک نظم بھی موجود ہے۔

قواعدِ فقہیہ اور فقہاءِ حنابلہ

قواعدفقہیہ پر تصنیف وتالیف کے حوالے سے حنبلی فقہاء بھی کسی سے پیچھے نہیں رہےان کی چند مشہور کتب ذیل میں تعارف پیش کیاجاتاہے۔

"الفروق"

ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن حسین سامری حنبلی رحمۃ اللہ علیہ(متوفیٰ۶۱۶ھ)جوابن سنینہ کے نام سے مشہور ہوئے۔انہوں نے "الفرق"نامی کتاب لکھی،جس میں انہوں نے قواعدِ فقہ،مسائل متشابہ اوران کے درمیان فروق ادلہ ذکر کیے ہیں۔

الریاض النواضرفی الاشباہ والنظائر:

سلیمان بن عبدالقوی بن عبدالکریم الطوفی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ(متوفی۷۱۰یا۷۱۶ھ)نے قواعد فقہ پر دوکتابیں لکھیں۔ایک کانام"**الریاض النواضر فی الاشباہ والنظائر**"جو"**القواعد الکبریٰ**"کے نام سے مشہور ہے اوردوسری کتاب کانام"**القواعدالصغریٰ**"ہے۔

القواعد الفقہیہ:

ابوالعباس شرف الدین احمد بن حسین حنبلی(متوفیٰ۷۷۱ھ)جوابن قاضی الجبل کے نام سے مشہور ہوئے،ان کی کتاب"**القواعد الفقہیہ**"ہے۔

تقریرالقواعدوتحریرالفوائد:

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن احمدرجب البغدادی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ(متوفیٰ۷۹۴ھ) کی کتاب جوعام طورپر"**قواعدابن رجب**" کہلاتی ہے،فقہ حنبلی کی اہم اور مقبول عام کتابوں میں سے ایک ہے۔اس کامکمل نام "**تقریر القواعد وتحریر الفوائد**"ہے۔[32]اس کتاب میں مصنف کااسلوب یہ ہے کہ وہ قاعدہ کے عنوان سے کسی ایک بنیادی فقہی مسئلے کولے کراس کو بہت وضاحت اورتفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ساتھ ہی اس سے ملنے یااس سے نکلنے والےذیلی فقہی مسائل سے بھی بحث کرتے جاتے ہیں۔یہ کتاب براہ راست

قواعد کلیہ، ضوابط فقہیہ یا اصول توجیہ کے موضوع پر نہیں ہے البتہ اس میں جابجا بہت سے قواعد وضوابط اور اصول بکھرے ہوئے ضرور ملتے ہیں۔

القواعدوالفوائدالأصولية:

علامہ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید علامہ ابن اللحام رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "**القواعد**" ہے جس کا پورا نام "**القواعد والفوائد الأصوليةومايتعلق بهامن الأحكام الفرعية**" ہے۔علامہ ابن اللحام کا پورا نام ابو الحسن علاء الدین علی بن عباس ابن اللحام البعلی الحنبلی ہے۔اصلاً دمشق کے رہنے والے تھے، وہیں فقہ وشریعت کی تعلیم حاصل کی اور حافظ ابن رجب کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے فقہ حنبلی میں اختصاص پیدا کیا۔ پھر دمشق ہی میں اپنے استاذ کے زیر نگرانی تدریس وافتاء کا کام کیا اور بعد ازاں منصورہ میں درس وتدریس کی ذمہ داری سنبھال لی، وہیں عید الاضحیٰ کے روز وفات پائی۔(33)

قواعدِ فقہیہ اور فقہاءِ مالکیہ

مالکی فقہ میں بھی علم قواعد فقہیہ پر کام بہت پہلے شروع ہو گیا تھا۔اس ضمن میں متعدد مالکی فقہاء کے نام گنوائے جاسکتے ہیں۔ مگر بغرضِ اختصار یہاں صرف درج ذیل کتب کے تعارف پر اکتفاء کیا جاتا ہے:

أصول الفتيا:

قواعد فقہیہ پر مشتمل یہ کتاب امام ابو عبد اللہ محمد بن حارث اسد خشنی القیروانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۳۶۱ھ) کی ہے۔انہوں نے اس کتاب کو فقہی ابواب کے مطابق ترتیب دیا ہے۔(34) تقریباً ہر باب کو مالکیہ کے اصول اور قاعدے کے ساتھ شروع کیا گیا۔

أنوارالبروق في أنواع الفروق:

یہ کتاب علمی دنیا میں "**الفروق**" کے نام سے مشہور ہے۔اس کے مصنف امام ابو العباس شہاب الدین احمد بن ادریس الصنہاجی المصری المالکی (متوفیٰ ۶۸۴ھ) ہیں۔علم قواعد فقہیہ کے چوٹی کے علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔اس کتاب میں قواعد کی ترتیب فقہی ہے۔علامہ قرافی نے اس کتاب میں ۲۷۴ فروق بیان کیے ہیں اور ہر فرق میں دو قاعدے درج ہیں۔یوں اس کتاب میں ۵۴۸ فقہی قواعد بیان کیے گئے ہیں۔ قواعد وضوابط کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے درمیان مقارنہ بھی کیا اور ہر دو قواعد وضوابط اور اصولوں اور اصطلاحات کے درمیان مماثلت کی وجوہات اور ان کے درمیاں فروق اور وجہ فروق کی وضاحت بھی لکھی ہے۔

القواعد:

اس کے مصنف ابوعبداللہ محمد بن محمد بن احمد القرشی التلمسانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۷۵۸ھ) ہیں۔ جو بعد میں امام مِقرّی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ مالکی فقہ میں مرتبہ اجتہاد تک پہنچے ہوئے تھے۔ علامہ مقری قواعد کے صرف ناقل ہی نہیں ہیں بلکہ آپ نے بعض نئے قواعد وضع بھی کیے تھے۔ انہوں نے فقہی تعصب سے پاک، بلکہ فقہی تعصب کی مذمت میں قواعد وضع کیے۔ قواعد بنانے میں آپ کا اسلوب یہ تھا کہ آپ قاعدہ میں اختصار کرتے جس کے تحت کثیر معانی اور فقہی فروع آجاتے۔ قاعدہ فقہیہ کے اختصار وایجاز میں یہ خوبی ہے کہ اسے یاد کرلینا آسان ہوتا ہے۔ علامہ مقری نے اس کتاب میں قواعد کو فقہی ابواب کے تحت بیان کیا ہے، مثلاً طہارت، صلاۃ اورزکوۃ۔ ہر قاعدہ کا آغاز لفظ قاعدے کے عنوان سے ہوتا ہے بعض اوقات دو قواعد کو ایک ہی عنوان کے تحت بیان کرکے اس کی وضاحت کردی جاتی ہے۔ علامہ مقری دونوں قسم کے قواعد فقہیہ کا ذکر کرتے ہیں: قواعد کلیہ بھی اور قواعد خلافیہ بھی۔ قواعد خلافیہ سے مراد ایسے قواعد ہیں جن کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے اور اس اختلاف کی بنیاد پر فروعی مسائل میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ اختلاف تینوں ائمہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے درمیان ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ اختلاف فقہ مالکی کے اپنے علماء کے درمیان ہوتا ہے۔ علامہ مقری نے اس کتاب میں قواعد فقہیہ کے فروعی مسائل کو نہایت مختصر انداز میں درج کیا ہے۔ وہ بعض اوقات کسی قاعدہ کیلئے قرآن مجید یا سنت سے دلیل بھی بیان کرتے ہیں۔

إيضاح المسالك إلى قواعد الإمام مالك:

یہ کتاب احمد بن یحیٰ الونشریسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۹۱۴ھ) نے لکھی ہے جسے انہوں نے امام مالک کی فقہ پر مرتب کیا ہے۔ کتاب ایک سو آٹھ قواعد پر مشتمل ہے علامہ احمد بن یحیٰ الونشریسی کے بیٹے عبدالواحد (متوفیٰ ۹۵۵ھ) نے اپنے والد کے قواعد کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔

قواعدِ فقہیہ اور عصرِ حاضر

ماضی قریب میں قواعد فقہیہ کے حوالے سے قابلِ قدر کام کیا گیا ہے اور عصر حاضر کے علماء نے اس حوالے سے معقول تصنیفی اور تحقیقی خدمات پیش کی ہیں۔ یہاں اس کی ایک مختصر سی جھلک پیش کی جاتی ہے۔

الوجيز في القواعد الفقهية:

قواعد کلیہ پر کام کرنے والے عصر حاضر کے علماء میں ایک نمایاں نام محمد صدقی البورنو کا ہے جنہوں نے قواعد فقہیہ پر متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں سے ایک قابلِ ذکر کتاب یہ بھی ہے۔

موسوعة القواعدالفقهية:

کے نام سے بھی انہی محمد صدقی البورنو نے ایک انسائکلوپیڈیا مرتب کیا ہے، جس میں قواعد فقہیہ کو حروف تہجی کی ترتیب سے ذکر کیا گیا ہے اور ہر قاعدے کی شرح اور مثالیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ان کے بقول انہوں نے ضوابط کو چھوڑ کر صرف قواعد کلیہ کو شامل کیا ہے اوراس سلسلے میں کسی متعین مذہب کی بجائے تمام فقہی مذاہب کے قواعد کلیہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔اس لحاظ سے اس کو فقہ اسلامی کی تاریخ میں اولین کاوش قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس میں تمام مذاہب کی کتب میں مذکور قواعد کو یک جا کیا گیا ہے۔(35)

معلمة زايد للقواعدالفقهية والأصلية:

اس سلسے میں ایک اوراہم کام جسے جامعیت کے لحاظ سے قواعد کلیہ پر اب تک ہونے والے تمام کاموں پر سبقت حاصل ہے وہ"معلمة زايد للقواعدالفقهية والأصلية"ہے۔۳۶۰۰فقہی واصولی قواعد اور ۴۱ جلدوں پر مشتمل یہ انسائکلوپیڈیا اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ اور شیخ زاید فاؤنڈیشن کے باہمی اشتراک سے مکمل ہوا ہے۔اس کی تیاری کی سفارش فقہ اکیڈمی جدہ نے ۱۹۸۶ء میں اردن میں ہونے والے اپنے اجلاس میں کی تھی۔اس انسائکلوپیڈیا کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تیاری میں آٹھ فقہی مذاہب (حنفی،مالکی،شافعی، حنبلی،ظاہری ،زیدی، جعفری اوراباضی) کو بنیاد بنا کر ۷۳۰ کتابوں سے قواعد فقہیہ کو جمع کیا گیا ہے۔(36)

موسوعة القواعدوالضوابط الفقهية :الحاكمةللمعاملات المالية في الفقة الإسلامي:

قواعد فقہیہ پر ہونے والے معاصر کام میں ایک دوسرا رجحان یہ سامنے آیا ہے کہ فقہ کے کسی خاص باب یا قسم سے متعلق قواعد کلیہ پر مستقل کتب تصنیف کی جائیں۔مثلا معاملات سے متعلق قواعد، فقہ السیر (بین الاقوامی قانون) سے متعلق قواعد۔اس سلسلے میں ڈاکٹر احمد علی ندوی کا نام لیا جاسکتا ہے جنہوں نے مالی معاملات سے متعلق فقہی قواعد اور ضابطہ کو اکٹھا کرنے کا کام کیا ہے جو کہ "شركة الراجهی"ریاض کے تعاون سے **موسوعة القواعدوالضوابط الفقهية :الحاكمةللمعاملات المالية في الفقة الإسلامي** کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہوا ہے۔پہلی دو جلدوں میں قواعد اور ضوابط ذکر کیے گئے ہیں، جبکہ آخری جلد میں حروف تہجی کی ترتیب سے ان قواعد کی فہرست دی گئی ہے۔ان کے کام کی ایک اہم بات یہ ہے کہ ان کے ہاں وہ قواعد بھی ملتے ہیں جو عام طور پر قواعد فقہیہ پر لکھی جانے والی کتابوں میں مذکور نہیں۔

اس کے علاوہ قواعدِ فقہیہ پر لکھی جانے والی چند اہم جدید وقدیم کتابیں جو ماضی قریب میں سامنے آئیں ملاحظہ ہوں۔

- القواعد النورانیۃ الفقہیۃ، تقی الدین أحمد بن تیمیۃ الحرانی (۷۴۸ھ) دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۴ء
- المجموع المذھب فی قواعد المذھب، أبو سعید خلیل بن کیکلدی العلائی الشافعی (۷۶۱ھ)
- تحقیق: د.محمد بن عبد الغفار الشریف، وزارۃ الأوقاف، الکویت، ۱۹۹۴ء
- الأشباہ والنظائر، تاج الدین عبد الوھاب بن علی عبد الکافی السبکی (۷۷۱ھ) دار الکتب العلمیۃ، بیروت ،۲۰۰۱م
- شرح القواعد الفقہیۃ، الشیخ أحمد بن محمد الزرقا، دار القلم، دمشق، ط:۱۹۹۳، ۳م
- شرح قواعد الخادمی، أبو سعید محمد بن محمد بن مصطفی الخادمی الحنفی (م ۱۱۵۷ھ)
- شرح و تحقیق: مصطفی محمود الأزھری، دار ابن القیم، ریاض۔ دار ابن عفان، القاہرۃ، ۲۰۱۳م
- القواعد الفقہیۃ و تطبیقتھا فی المذاھب الأربعۃ، د۔ محمد مصطفی الزحیلی دار الفکر، دمشق، ۲۰۰۶م
- قواعد الفقہیۃ محمد عمیم الاحسان المجددی البرکتی میر محمد کارخانہ کتب، کراچی
- نظریۃ التقعید الفقہی وأثرھا فی اختلاف الفقہاء، د۔ محمد الروکی، کلیۃ الآداب والعلوم الأسانیۃ، جامعۃ محمد الخامس ،الرباط ۱۹۹۴م
- القواعد الفقہیۃ الکبری وما تفرع منھا، د۔ صالح بن غانم السدلان، دار بلنسیۃ، الریاض ۱۴۱۷ھ
- القواعد الفقہیۃ، د۔ یعقوب بن عبد الوھاب الباحسین مکتبۃ الرشد، الریاض، ط ۲، ۱۹۹۹م
- المفصل فی القواعد الفقہیۃ، د۔ یعقوب بن عبد الوھاب الباحسین، دار التدمریۃ الریاض، ۲۰۱۱م
- القواعد الفقہیۃ، د۔ عبد العزیز محمد عزام دار الحدیث، القاھرۃ، ۲۰۰۵م
- القواعد الفقہیۃ بین الأصالۃ والتوجیہ، د۔ محمد بکر اسماعیل، دار المنار، مصر ۱۹۹۷م
- الوجیز فی شرح القواعد الفقہیۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ، د۔ عبد الکریم زیدان، مؤسسُ الرسالۃ ،بیروت ۲۰۰۱م
- معجم القواعد والضوابط الفقہیۃ، د۔ خالد عبد اللہ الشعیب ،إصدارات خلۃ الوعی الإسلامی ، وزارۃ الأوقاف والشئون الإسلامیۃ، الکویت ۲۰۱۲م

قواعد فقہیہ پر لکھی گئیں اردو کتب:

چند کتب کے نام ذکر کیے دیتے ہیں:

- ڈاکٹر محمود احمد غازی نے "قواعدِ کلیہ اوران کا آغاز وارتقاء" کے نام سے ایک مختصر اور جامع رسالہ تحریر کیا۔

- ڈاکٹر تنزیل الرحمان نے "مجلۃ الاحکام العدلیہ" کے ننانوے قواعد کا ترجمہ اور تشریح کر کے ایک کتاب بنام "کلیاتِ شریعت" مرتب کی۔
- محمد انور گھالوی نے "فقہ حنفی کے اساسی قواعد" کو ترتیب دیا جس میں دو سو چالیس (۲۴۰) قواعد فقہ کی تشریح کی۔
- ڈاکٹر عبد المالک عرفانی نے "اسلامی قانون کے کلیات" کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی، اس میں دو سو ایک (۲۰۱) قواعد فقہ جمع کیے گئے۔
- ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن نے "کلیاتِ فقہ حنفی المعروف بہ اصول الکرخی" کے نام ایک کتاب ترتیب دی جس میں امام کرخی کے رسالہ "اصول الکرخی" اور اس پر امام ابو حفص کی شرح کا با محاورہ ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

[1] ابو یوسف، کتاب الخراج، ص25 ومابعد، طبع بولاق، ۱۳۰۲ھ

[2] ایضاً ص27

[3] مصطفی سعید الخن، دکتور، اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیۃ فی اختلاف الفقہاء، ص121، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، طبع سوم 1983ء

[4] ابن قیم الجوزی، اعلام الموقعین، عن رب العالمین، ج3 ص125، دار الکتب العلمیہ، بیروت

[5] دور صحابہ و تابعین میں اسے سورۃ النساء الکبریٰ بھی کہا جاتا تھا

[6] البقرۃ: ۲۳۴

[7] دور صحابہ و تابعین میں اسے سورہ النساء الصغریٰ بھی کہا جاتا تھا

[8] الطلاق: 4

[9] مصطفی سعید الخن، دکتور، اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیۃ فی اختلاف الفقہاء، ص121

[10] چنانچہ ارشاد ہوا: اَصحابی کالنجوم فبأیّھم اقتدیتم اھتدیتم

[11] بخاری، الجامع الصحیح، ج1 ص6 رقم الحدیث: 1، دار طوق النجاۃ 1422ھ

[12] ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبد اللہ (متوفیٰ:273ھ)، السنن، ج2ص784ر قم الحدیث:2340، داراحیاء الکتب العربیہ ،بیروت

[13] بیہقی، احمد بن حسین بن علی بن موسی، ابو بکر (متوفیٰ:458ھ)، السنن، ج7ص275ر قم الحدیث:13969، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، 1424ھ /2003ء

[14] ابن ماجہ، السنن، ج1ص649ر قم الحدیث:2015

[15] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، (متوفی:279ھ) السنن، ج3ص85، ر قم الحدیث:1424 دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1998ء

[16] ابو داود، سلیمان بن اشعث، سجستانی (متوفی:275ھ)، السنن، ج3ص284ر قم الحدیث:3508 المکتبۃ العصریہ صیدا بیروت

[17] ابن نجیم، الاشباہ والنظائر ص15-16، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1980ء

سیوطی، الاشباہ والنظائر ص7 مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ المکرمہ، 1997ء

[18] حموی، غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ، ص41 بحوالہ حاشیہ الاشباہ والنظائر از ابن نجیم حوالہ بالا

[19] الزرقاء، الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید ج2ص947

[20] الزرقا، الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید، ج2ص946-947

[21] اصول الکرخی ص:5

[22] لکھنوی، عبد الحی، الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیۃ ص109

[23] حموی، غمز عیون البصائر فی شرح الاَشباہ والنظائر، ص۴۱

[24] ابن نجیم کی یہ کتاب اپنی ترتیب اور مندرجات میں ان کے شافعی پیش رَو علامہ جلال الدین سیوطی کی "الاشباہ والنظائر" سے بہت مماثل ومشابہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابن نجیمنے اسی کو بنیاد بنا کر اپنی کتاب مرتب کی۔

[25] واضح رہے کہ حروف تہجی کی ترتیب سے قواعد کلیہ کو بیان کرنے کی طرح آٹھویں صدی ہجری کے شافعی فقیہ علامہ زرکشی (م۷۹۴ھ) نے ڈالی تھی۔ ان کتاب المنثور فی ترتیب القواعد الفقھیۃ میں قواعد ترتیب حروف تہجی کی بنیاد پر ہے علامہ زرکشی کی یہ کتاب حال ہی میں دو جلدوں میں کویت سے چھپ چکی ہے۔

[26] محمود احمد غازی: محاضرات فقہ، الفیصل ناشران وتاجران کتب زنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ص521

[27] الزرقاء، الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید ص۹۵۵-۹۵۶

[28] الزرقاء، الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید ج ص251-252

[29] سیوطی، جلال الدین، الاشباہ والنظائر، ص 7-8 طبع بیروت 1978ء

[30] آپ سلطان العلماء کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔

[31] اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۴۲۹ھ میں دار القلم دمشق نے ڈاکٹر نزیہ حماد اور ڈاکٹر عثمان جمعہ کی تحقیق سے اس کا نہایت با تحقیق ایڈیشن شائع کیا ہے۔

[32] یہ کتاب عرب ممالک سے کئی بار چھپ چکی ہے۔ قاہرہ سے ایک مقبول ایڈیشن ۱۹۱۷ء میں بڑی تقطیع کے ۴۸۷ صفحات پر شائع ہوا تھا

[33] سخاوی، شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمن بن محمد، الضوء اللامع لاھل القرن التاسع، ج 5 ص 320 منشورات دار مکتبۃ الحیٰوۃ بیروت

[34] یہ کتاب ۱۹۸۵ء میں محمد المجدوب، محمد ابو الاجفان اور عثمان بطیخ کی تحقیق سے الدار العربیۃ للکتاب، المؤسسۃ الوطنیۃ، الجزائر سے شائع ہو چکی ہے

[35] یہ انسائکلوپیڈیا بیروت سے ۱۳ جلدوں میں شائع ہوا ہے۔

[36] یہ عظیم علمی منصوبہ نامور عرب اہل فقہ و دانش ڈاکٹر نزیہ حماد، ڈاکٹر الوفا، ڈاکٹر احمد الریسونی، ڈاکٹر عبد العظیم الدیب مرحوم، ڈاکٹر عبد الستار ابو غدہ، ڈاکٹر علی عبد الرحمن کیلانی ڈاکٹر علی محی الدین قرہ داغی، ڈاکٹر قطب سانو، ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی، ڈاکٹر یعقوب باحسین اور ڈاکٹر علی احمد ندوی کے علمی اشتراک سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔